عنوان

مادہ پرستی نے خدا پرستی کے تقاضوں کو اوجھل کردیا

جامع ومرتب

حضرت مولانا محمد ظفر الدین برکاتی

مدیر ماہنامہ کنزالایمان، دہلی

پیش کش: کل ہند مرکزی امام فاؤنڈیشن، دہلی

Contact No: 8595509193

Telegram Link: https://t.me/MarkaziImam

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورۃ المائدۃ آیت 2)

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (سورہ النساء آیت 29)

ترجمہ: اے ایمان والو! باطل طریقے سے آپس میں ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ البتہ یہ (ہو) کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنی جانوں کو قتل نہ کرو۔ بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۗ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۔(سورہ فرقان آیت 58)

ترجمہ: اس زندہ پر بھروسہ کرو جو کبھی نہ مرے گا اور اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پاکی بیان کرو اور اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے وہی کافی ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۗ ۔(سورہ الطلاق آیت ۳)

ترجمہ: جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۃ المائدۃ آیت ۲۳)

ترجمہ: اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر تمہیں ایمان ہے۔

حدیث مبارک

دوجہاں کے تاجور، سلطانِ بحر و بَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عظمت نشان ہے: ”اگر تم اللہ عَزَّوَجَلَّ پر اس طرح بھروسہ کرو جیسے اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رزق عطا فرمائے گا جیسے پرندوں کو عطا فرماتا ہے کہ وہ صبح کے وقت خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔

بنیادی باتیں

1. اعتماد اور بھروسہ کسی پر بھی ہو، ایک بڑی اور فطری پونجی ہے جو کسی وجہ سے لٹ گئی تو بہت کچھ لٹ جاتا ہے۔

2. استاذ، ماں باپ، بھائی بہن، دوست احباب اور پڑوسی و آفس پارٹنر (وغیرہ) پر جو آپسی اعتماد و بھروسہ ہوتا ہے اسی پر دنیا قائم ہے ورنہ کیا رکھا ہے دنیا میں، محض ایک دھوکہ ہے اگر بھروسہ نام کی دولت نہ رہے۔

3. پیر و مرشد کی روحانی تربیت پر اعتماد، حکیم و معالج اور نبض شناس کی حکمت و تجربہ کی بنیاد پر تشخیص و علاج پر بھروسہ، بال بریعنی بال کاٹنے والے پر بھروسہ کہ گردن پر چھری استرا نہیں پھیرے گا، بال ہی کاٹے گا، ایسے بھروسے ٹوٹ جائیں تو دنیا میں کیا رہ جاتا ہے جس سے سماجی زندگی کے تانے بانے محفوظ رہیں۔

4. ہوائی جہاز، ٹرین، زمینی گاڑیوں سواریوں، پانی کشتیوں اور جہازوں کے مشینوں پر بھروسہ جو ہمیں ایک جگہ سے دوسری جگہ حفاظت کے ساتھ پہنچا دیتے ہیں، تار ٹیلیفون، فون ای میل اور جانے پہچانے میڈیا پر بھروسہ جو ہمیں دنیا میں ہماری حیثیت و حقیقت سے باخبر رکھتے ہیں اور آن لائن آف لائن برقی ذرائع پر بھروسہ جن سے آج ہماری زندگی چل رہی ہے، یہ سب ہمارے لئے نفع بخش اور مفید ہیں تو بھروسے اور اعتماد کی بنیاد پر ہیں ورنہ کیا رہ جاتا ہے دنیا کے ان اسباب میں۔

5. اگر ہم نے ایسی تمام بھروسے اور اعتماد کو سمجھ لیا ہے تو اپنے خالق اور مالک پر اعتماد و یقین اور بھروسے کو سمجھنا مشکل نہیں اور جب مشکل نہیں تب بھی نظر انداز کرنا عقل مندی نہیں اور ایمان و اسلام تو ہر گز نہیں۔

6. حکومت و مملکت، حاکم و افسر، وطن و ملت اور جماعت و برادری پر یقین رکھنے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا خالق و مالک وہی رب العالمین ہے جس پر اعتماد و یقین کی رسی ہلکی ہو جانے یا ٹوٹ جانے کے بعد آپس کے سبھی نفع و مفاد کے رشتے ناطے ٹوٹ جاتے ہیں جیسے آج کل کسی کو کسی پر بھروسہ نہیں رہا، ہر کوئی وقت کے کندھے پر بیٹھ کر چڑھتے سورج کو سلام کرتا ہے اور دنیا بٹورنے اور دوسرے کو محروم کر دینے میں ہی اپنی کامیابی سمجھ بیٹھا ہے۔

اِمامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت اِمام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

''اللہ عَزَّوَجَلَّ پر (مطلق) توکل کرنا فرضِ عین ہے۔''

البتہ یہاں واضح رہے کہ اَسباب اور تدابیر کو ترک کرکے گوشہ نشینی اِختیار کر لینے اور کسب (رِزقِ حلال کمانا) ترک کر دینے کی شرعاً اِجازت نہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ''توکل ترکِ اَسباب کا نام نہیں بلکہ اِعتماد علی الاسباب کا ترک (توکل) ہے۔'' یعنی اَسباب کو چھوڑ دینا توکل نہیں بلکہ اسباب پر اعتماد نہ کرنے (ربّ تَعَالٰی پر اعتماد کرنے) کا نام توکل ہے پھر متوکل کے اَعمال کی مختلف صورتیں اور اُن کے مختلف اَحکام ہیں:

اگر کوئی شخص ایسے یقینی اَسباب کو ترک کرے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چیزوں کے ساتھ قائم ہو چکے ہیں اور اُن سے جدا نہیں ہوں گے تو وہ متوکل نہیں، مثلاً سامنے کھانا رکھا ہو، بھوک بھی ہو اور کھانے کی ضرورت بھی ہو لیکن بندہ اپنا ہاتھ اس کی طرف نہ بڑھائے اور یوں کہے ''میں توکل کرتا ہوں'' تو ایسا کرنا بے وقوفی اور پاگل پن ہے۔ ایسے غیر یقینی اسباب کو ترک کر دینا جن کے بارے میں غالب گمان ہے کہ چیزیں ان کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں، مثلاً کوئی شخص شہروں اور قافلوں سے جدا ہو کر سنسان راستے پر سفر کرے جن پر کبھی کبھار ہی کوئی آتا ہے تو اگر اس کا سفر بغیر زادِ راہ کے ہو تو یہ (عام شخص کے لئے) توکل نہیں کیونکہ بزرگانِ دِین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ ایسے راستوں پر زادِ راہ لے کر سفر کرتے اور توکل بھی باقی رہتا کیونکہ ان کا اعتماد زادِ راہ پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے

فضل پر ہوتا، اگرچہ زادِ راہ کے بغیر سفر کرنا بھی جائز ہے لیکن یہ توکل کا بلند ترین درجہ ہے اور اسی مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے حضرت سیدنا ابراہیم خواص رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا سفر بغیر زادِ راہ کے ہوتا تھا۔

اگر کوئی شخص کمانے کی بالکل تدبیر نہ کرے تو یہ توکل نہیں بلکہ یہ چیز توکل کو بالکل ختم کر دیتی ہے۔البتہ اگر وہ اپنے گھر یا مسجد میں ایسی جگہ بیٹھ جائے جہاں لوگ اس کی خبر گیری کرتے ہیں تو یہ توکل کے خلاف نہیں۔تاہم کسی صحت مند تندرست آدمی کا ایسا کرنا بالکل مناسب اور عقل مندی نہیں کہ کمانے کھانے پر قدرت اور طاقت کے باوجود ہاتھ پھیلاتا پھرے یا لوگوں کی توجہ پر تکیہ کیے بیٹھا رہے. حالانکہ یہ بخوبی جانتا ہے کہ سنت کے مطابق رِزقِ حلال کمانا توکل کے خلاف نہیں جبکہ اُس کا اِعتماد سامان اور مال وغیرہ پر نہ ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ مال کے چوری یا ضائع ہونے پر غمزدہ نہ ہو۔لیکن اس کے باوجود کسی عیال دار شخص کا اپنے اہل خانہ کے حق میں توکل کرنا درست نہیں،ان کے لئے بقدر حاجت کمانا ضروری ہے،اسی طرح سال بھر کے لئے کھانا وغیرہ جمع کر کے رکھنا بھی توکل کے منافی نہیں۔البتہ توکل کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بندہ اس وقت کے لئے ضرورت کے مطابق رکھ لے اور بقیہ مال ذخیرہ نہ کرے بلکہ ضرورت مند رشتے داروں قرابت داروں اور پڑوسیوں میں تقسیم کر دے۔اسی طرح اپنے آپ کو تکلیف دہ چیزوں سے بچانا بھی توکل کے خلاف نہیں۔

حضرت حمدون رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "توکل اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق کا نام ہے۔" حضرت سہل بن عبداللہ رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ پاک کے سامنے اس طرح ہو جس طرح مردہ غسل دینے والے کے سامنے ہوتا ہے، وہ اسے جس طرح چاہے الٹ پلٹ کرتا ہے۔" حضرت ابو عبداللہ قرشی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا "ہر وقت اللہ سے تعلق قائم رہنا توکل ہے۔" حضرت اِبن مسروق رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے اور احکام کے سامنے سر جھکانا توکل ہے۔" حضرت ابو عثمان حیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُاللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں "اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کرنا توکل ہے۔"

اس لئے بنیادی طور پر ہمیں چاہیے کہ ربّ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین رکھیں، بندہ رِزق اور دیگر ضروریات سے متعلق اللہ کے ضامن اور کفیل ہونے کا تصور بنائے رکھیں اور اللہ کے کمالِ علم، اس کی کمالِ قدرت کا تصور کریں اور اس بات پر یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ خلافِ وعدہ، بھول، عجز اور ہر نقص سے پاک ہے، جب ہمیشہ ایسا تصور ذہن میں رہے گا تو ضرور ہمیں رِزق کے بارے میں ربّ تَعَالٰی پر توکل کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ان شاءاللہ

برادران اسلام

ابتدا کی تلاوت کردہ دو آیتوں میں یہی پیغام اور ہدایت دی گئی ہے کہ نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کریں، گناہ اور زیادتی پر کسی کی مدد نہ کریں اور آپسی یا تجارتی لین دین میں کسی کا مال نہ کھا جائیں اور چوری چھپے دوسروں کا حق نہ ماریں کیوں کہ یہ سب وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا پر یقین نہیں رکھتے اور رکھتے ہیں تو وہ یقین رخصت ہو چکا ہے جو، انھیں خدا پر توکل اور اپنے کسب و کمائی پر یقین رکھنے کی بجائے دوسرے کے مال و دولت پر بری نظر ہے اور ناجائز طریقے پر یقین رہتا ہے جو سراسر غلط ہے اور فطری طور پر نقصان دہ بھی، اس لئے کہ ایک طرف سے ناجائز طریقے سے غصب کیا ہوا مال آتا ہے لیکن دوسری طرف سے ہاتھ سے نکل جاتا ہے پھر یہ ہوتا ہے کہ جس طرح اس بندے کا ایمان و یقین کسب و کمائی کے فطری اور جائز طریقے سے روگردانی کے سبب اللہ تعالیٰ پر نہیں رہا ٹھیک اسی طرح اس بندے پر کسی بندہ خدا کا یقین نہیں رہتا، وہ دھیرے دھیرے سماج میں بے اعتبار ہو جاتا ہے جس کا اثر اس کی روزی روٹی پر پڑتا ہے اور وہ غربت اور تنگ دستی میں گرفتار ہو جاتا ہے. اس لئے اس محاورے پر یقین رہے کہ

"محنت میری، رحمت و برکت تیری" اور "کسب میرا سبب تمہارا۔"

نیکی اور تقویٰ سے متعلق امداد باہمی کا حکم الٰہی دوبارہ یاد کیجیے جس کا تذکرہ ابھی ابھی ہم نے کیا ہے کہ یہ ایک بہت ہی جامع اور عالمگیر نوعیت کا اسلامی حکم و دستور ہے کہ نیکی، خداترسی اور پرہیزگاری سے متعلق کوئی بھی عمل اور کام ہو، اس میں مدد کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور بغیر کسی شرط و معاوضہ کے تعاون کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور نیکی و تقویٰ کے خلاف جو بھی عمل اور کام ہو، اس میں مدد کرنے اور امداد باہمی سے روک دیا گیا ہے۔

اب اس عالمگیر دستور اسلامی کو دیکھیں اور آج کل کی جمہوریت، قومیت، علاقائیت، برادری واد، ذات برادری کی اپناءیت اور مسلک و مشرب والی تنگ نظری کو دیکھیں، قرآن پاک کا یہ حکم الٰہی ہمارے ہر عمل اور کردار، قول و قرار سے الگ تھلگ نظر آئے گا جیسے ہم نے کبھی اس پر عمل نہیں کیا، ہمیں تو امداد باہمی سے کوئی دلچسپی نہ رہی اور برائی پر تعاون کرنا سماج کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ رشوت کہیں بھی اور کسی بھی انتہائی غیر قانونی اور غیر اسلامی عمل کے لئے دی جائے اور لی جائے، ہم برا نہیں مانتے اور آج کے سماجی سیاسی نظام کی مجبوری سمجھتے ہیں۔ غلط اور ناجائز طریقے سے نفع خوری اور مال کمانے کو عیب نہیں مانتے حالانکہ غلط طریقے سے مراد وہ سبھی طریقے ہیں جو حق کے خلاف ہوں یا شریعت و طریقت کے خلاف ہوں اور لین دین کہتے ہیں آپسی نفع و مفاد کے تبادلے کو جس طرح تجارت و مزدوری میں ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کی ضرورتوں کو فراہم کرتا ہے اور بدلے میں دوسرا شخص محنت اور مال کا معاوضہ ادا کرتا ہے یعنی جو مال و دولت کسی بدلے اور آپسی رضامندی کے بغیر حاصل کی جائے وہ شریعت و طریقت کے نزدیک حلال نہیں، جاءز نہیں لیکن آج کل دباؤ، دجل و فریب، دھمکی، جبر و تشدد اور غیر قانونی طور پر کسی بھی ذریعے اور کہیں سے بھی مال ہاتھ لگے، سمیٹ لیتے ہیں اور کوئی فرق نہیں پڑتا، نہ دین پر نہ عقیدے پر اور نہ اخلاق و مروت پر۔ یہ سب خدا پر یقین واعتماد کے رخصت ہو جانے اور ایمان کے کمزور ہو جانے کا نتیجہ ہے جس میں آج ہر آدمی مبتلا ہے۔

یاد رہے کہ یہاں اسلامی شریعت کا یہ دستوری دفعہ ہرگز لاگو نہیں ہوگا کہ "جس میں لوگ عام طور پر ملوث اور مبتلا ہوں اس کا حکم آسان ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ عمل، مباح ہو جاتا ہے اور گناہ نہیں رہ جاتا۔ بلکہ یہاں اسلامی شریعت کا یہ دفعہ لاگو ہوتا ہے کہ گناہ بہر حال گناہ ہے، ناجائز ناجائز ہی رہتا ہے اور حرام حرام ہی رہتا ہے، البتہ ضرورت کسی مجبور عمل کو مباح کر دیتی ہے یعنی ضرورت ختم تو مباح ہونے کا حکم بھی ختم لیکن یہاں عجیب صورت حال ہے کہ اس کے سہارے لوگ اس قدر گناہوں میں لت پت ہو جاتے ہیں کہ گناہوں کے گناہ ہونے کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے۔ اللہ کی پناہ

خلاصہ گفتگو

آپ حضرات بھی پڑھے لکھے ہیں اور بہت کچھ جانتے ہیں کہ غلط کیا ہوتا ہے اور صحیح کسے کہتے ہیں، اس لئے بہت تفصیل سے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ آج مادہ پرستی نے خداپرستی کے تقاضوں کو ہماری نظروں سے اوجھل کر دیا ہے اور ہم نے خدائی نظام کے مطابق چیزوں کو دیکھنا بند کر دیا ہے، اسلامی عینک اپنی آنکھوں سے اتار دیا ہے اور کیپٹل ازم کا چشمہ چڑھا لیا ہے، کیپٹل ازم یعنی مادہ پرستی، خداپرستی یہ ہے کہ فطرت کے مطابق جاءز خواہشات کی تکمیل اور بنیادی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے حلال اور جایز طریقے سے روزی روٹی اور زندگی گزارنے کے اسباب تلاش کیے جائیں اور خدا پر یقین رکھا جائے کہ وہی کارساز ہے وہی روزی دیتا ہے اور ہماری ضرورتیں پوری کرتا ہے، دنیاوی اسباب تو محض وسیلہ ہیں لیکن ہم نے وسیلے کو ہی خدا سمجھ لیا ہے اور خدا سے بے نیاز ہو گئے ہیں اسی لئے خدا بھی ہمارے حالات سے بے نیاز ہے جیسا کہ اس کی شان ہے۔

پیغام

قرآن پاک کی آیتیں پڑھ کر حلال و حرام کو بیان کرنے والا، احادیث رسول کو پڑھ کر حلال و حرام میں فرق و امتیاز بتانے والا مولوی نہ دین ہوتا ہے نہ قرآن و حدیث، لیکن اگروہ صحیح مسئلہ بتانے اور حکم شرعی بیان کرنے میں مخلص ہے تو پھر کسی بھی تقریر و بیان کو مولوی کا بیان سمجھ کر ہلکے میں لینا خطرے سے خالی نہیں. جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بہت بڑی بھول کرتے ہیں اور جانے انجانے میں قرآن و سنت کی توہین کر جاتے ہیں، اس لئے آپ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اور قرآن و سنت پر ایمان و یقین رکھنے کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی ایسا کرتے ہیں تو یقین مانیں کہ خدا پرستی سے روگردانی کی وجہ سے دینی عزت اور ایمان و اسلام کی دولت بھی جاسکتی ہے اور فطرت سے بغاوت کے سبب دنیا والوں کی نظر میں بھی گر جانے اور عزت سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا سبب بن سکتا ہے. اس لئے احسان مانیے اور اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھیے کہ آپ کو آپ کا مقام و حیثیت بتانے اور آپ کو آپ کے دین پر باقی رکھنے والا رہنما آپ کے درمیان موجود ہے ورنہ جو قوم ایسے رہنماؤں سے محروم ہو جاتی ہے وہ تاریخ میں مرحوم ہو جاتی ہے۔